رجسٹرڈ نمبر L-92-2
فون نمبر 29

ایڈیٹر
آل احمد سرور

فی کاپی بیس پیسے
قیمت سالانہ چھ روپے

اشاعت کی تاریخیں
۱ ، ۲۲

جنوری ۱۹۷۲ء

ہفتہ وار
ہماری زبان

۳۱	انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ)	شمارہ ۱

یہ

نیا سال اور نئے کام

ہماری زبان کے پڑھنے والوں کو نیا سال مبارک ہو۔ ہماری [دعا ہے] کہ یہ سال ان کے لئے بہت سی خوشیاں لائے اور وہ [اپنے سب] مقاصد میں کامیاب اور کامراں ہوں۔

ہندوستان ابھی ایک بحران سے گزرا ہے، پاکستان [کی] حکومت نے بنگلہ دیش کے باسیوں پر جو مظالم کئے [ان سے س]اری انسانیت چیخ اٹھی۔ غیر ملکی اخبار نویسوں کے [اندازے] کے مطابق لگ بھگ دس لاکھ آدمی ظلم اور بربریت [کا شک]ار ہو کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور ایک کروڑ کو [ہندوست]ان میں پناہ لینی پڑی۔ بنگلہ دیش کے ان مظلوموں کی [امد]اد انسانی اور اخلاقی فریضہ تھا۔ پھر ہمیں وہاں کے [وطن پ]سندوں کی جو اپنے وطن کو ان ظالموں کے چنگل [سے آز]اد کرانا چاہتے تھے، ہر طرح مدد بھی کرنی چاہئے تھی۔ [پاکستا]نی جارحیت پسندوں نے اس امداد کو روکنے کے [لئے ہما]رے خلاف مغربی سرحد پر جارحانہ اقدامات شروع [کئے اور ہم]ارے شہروں پر بم برسائے۔ مجبوراً ہمیں [مدافعت] کرنی پڑی اور نتیجہ یہ ہوا کہ بارہ دن میں [بنگلہ د]یش آزاد ہو گیا، بلکہ مغربی پاکستان کی [فوجیں جا] بجا ہمارے قدم جم گئے۔ ہندوستان [کی امن پسندی] کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ فتح [کے ع]الم میں بھی، ہم نے از خود جنگ بندی کا [اعلان] کیا جسے پاکستان نے بھی بالآخر مان لیا۔ یہ فتح [ہمارے] جیالے جوانوں کی ہی نہیں ہے۔ ہمارے اصولوں کی بھی ہے، یہ فتح جمہوریت، سیکولرزم اور سوشلزم کی بھی ہے، نئے سال میں ہمیں جمہوریت، سیکولرزم اور سوشلزم کی بنیادوں کو اور مضبوط کرنا ہے، جنگ کی وجہ سے جو مالی بوجھ آپڑا ہے، اس سے عہدہ برآ ہونا ہے اور اپنے ملک میں ایک منصفانہ سماج قائم کرنے کا جو نقشہ ہم نے بنایا ہے اس میں اور رنگ بھرنا ہے۔ اس سال ہماری آزادی کو پچیس سال ہو جائیں گے۔ ہماری جمہوریت کا اب شباب ہے، اس منزل پر ہمیں اتحاد اور عمل کا ثبوت دینا ہے۔ ہمیں جو شکایات ہیں انہیں دور کرنے کے لئے ہماری جدوجہد جاری رہے گی، مثلاً اردو کے ساتھ مرکزی حکومت کے ہمدردانہ رویئے کے باوجود بعض ریاستی حکومتوں کے رویے میں کوئی نمایاں تبدیلی ابھی تک نہیں ہوئی، ہمیں اس صورت حال کو بدلنا ہے۔ ہمیں ہر جگہ اپنے طلبہ کے لئے اردو میں ابتدائی اور ثانوی تعلیم کا انتظام کرانا ہے اور اعلیٰ تعلیم کے لئے حسب ضرورت سہولتیں حاصل کرنا ہیں، ہمیں اردو کے چلن میں جو رکاوٹیں ہیں انھیں دور کرانا ہے۔ ہمیں حکومت سے اپنے مطالبات منوانے ہیں مگر خود بھی بہت کچھ کرنا ہے مگر ان کاموں کے ساتھ ہمیں قومی مفاد کے لئے دوسرے ہم وطنوں کے دوش بدوش ہر محاذ پر کام بھی کرنا ہے، جتنا زیادہ [ہم] قوم کے دکھ درد میں شریک ہوں گے اتنا زیادہ قوم ہمارے جذبات کا پاس کرے گی اور ہماری بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے آمادہ ہوگی۔ الگ تھلگ رہنے، محض ماتم کرنے، محض حکومت یا اکثریت کو برا کہنے سے کام نہ چلے گا۔ خود بہت کچھ کرنا ہوگا اور دوسری زبانوں کے بولنے والوں کی تائید اور حمایت حاصل کرنی ہوگی۔ جمہوریت میں دیر تو ہوتی ہے مگر اندھیر نہیں ہوتا۔

اردو نواز پنڈت راج ناتھ کنزرو کا انتقال

آگرہ ۸۸ سالہ پنڈت راج ناتھ کنزرو کا ۱۹ دسمبر کو حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال ہو گیا۔ پنڈت راج ناتھ کنزرو ایک بڑے اردو نواز اور سماجی سیاسی اور تعلیمی رہنما تھے۔

وہ پنڈت اجودھیا ناتھ کنزرو کے بیٹے تھے جو انڈین نیشنل کانگریس اور آگرہ کالج اور وکٹوریہ کالج آگرہ کے بانیوں میں تھے۔

پنڈت راج ناتھ کنزرو کے چھوٹے بھائی پنڈت ہردے ناتھ کنزرو ایک بہت بڑے اردو نواز ہیں اور سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی کے صدر ہیں۔ ان کے دو اور چھوٹے بھائی ہیں۔ پنڈت راج ناتھ کنزرو کے پس ماندگان میں ۲ بیٹے اور ۲ بیٹیاں ہیں۔

• قومی آواز

ہندوستانی مصنفین کی کتابوں کی نمائش

ماسکو۔ "ہمارا دوست ہندوستان" کے عنوان سے مصور کتابوں کی نمائش ماسکو میں بدیسی ادب لائبریری میں ہوئی۔ سوویت اقتدار کے دوران سوویت یونین میں ہندوستانی مصنفین کی ۷۰۰ کتابوں کے ڈھائی کروڑ سے زیادہ نسخے چھاپے گئے ہیں۔ ۹۰ ہندوستانی شاعروں نثر نگاروں کی تصانیف کا سوویت یونین کی قوموں کی ۴۳ زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے کئی کتابیں اس نمائش میں رکھی گئیں۔ اس کے علاوہ مارکسزم لینن ازم سے تعلق رکھنے والی وہ کتابیں ہیں جو کئی زبانوں میں ترجمہ کیا وہ بھی نمائش کے لئے رکھی گئیں۔ دوست ملک کی تاریخ، معیشت سے متعلق سوویت مصنفین کی تصانیف اور سوویت یونین اور ہندوستان کے قریبی تعاون کو ... کرنے والی تصانیف نمائش میں رکھی گئیں۔

• سوویت لینڈ

کتابوں کا عطیہ

لکھنؤ۔ اودھ کی راجدھانی لکھنؤ نے دلی کے مجوزہ اسلامی انسٹی ٹیوٹ کے لئے ۵۰ سے زیادہ قلمی اور بہت سی مطبوعہ کتابوں کا عطیہ دیا ہے۔

ان میں صوفی شاعر ملک محمد جائسی کی "پدماوت" کا ایک قلمی نسخہ بھی ہے جو بے حد خوبصورت نستعلیق خط میں گزشتہ صدی میں لکھا گیا ہے۔

• قومی آواز

اعلان

ہماری زبان اور اردو ادب کی قیمتوں میں اضافہ

ہماری زبان اور اردو ادب کے معزز خریداروں کی خدمت میں اطلاعاً عرض ہے کہ کاغذ اور پریس کی شرحوں میں اضافہ کی وجہ سے یکم جنوری ۱۹۷۲ء سے دونوں کی قیمتیں حسب تفصیل ذیل اضافہ کیا گیا ہے۔

۱۔ ہماری زبان۔ سالانہ قیمت ۶ روپے
فی پرچہ ۱۵ پیسے

۲۔ اردو ادب۔ سالانہ قیمت پندرہ روپے
فی کاپی ۴ روپے

انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ)

اعلان

"اردو ادب" کا ۱۹۷۲ء کا دوسرا "سیدین نمبر" ہوگا۔ اس میں سیدین کی شخصیت اور کارناموں پر مضامین کے علاوہ ان کے اہم مضامین کے اقتباسات بھی ہوں گے۔ یہ اپریل ۱۹۷۲ء میں شائع ہو جائے گا۔ مضامین آخر فروری تک موصول ہو جانے چاہئیں۔ تفصیلات اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیے۔

(ادارہ)

انجمن کے شائع کردہ شعری مجموعے

۱۔ انجم کدہ	عزیز لکھنوی	۲٫۵۰
۲۔ بازدید	حبیب الرحمٰن	۲٫۵۰
۳۔ زنداں نامہ	فیض احمد فیض	۲٫۲۵
۴۔ سخن مختصر	معین احسن جذبی	۲٫۰۰
۵۔ کچھ ذرے کچھ تارے	آنند نرائن ملا	۲٫۵۰
۶۔ کلیات شاہی	مرتبہ مبارز الدین رفعت	۲٫۰۰
۷۔ کلام سودا	مرتبہ خورشید الاسلام	۶٫۰۰

انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ)

احتشام احمد ندوی

عربی تنقید میں فنی اصطلاحات کا ارتقاء

(گذشتہ سے پیوستہ)

ڈاکٹر مندور کا یہ نظریہ عربوں کے تعصب پر دلالت کرتا ہے قدامہ بن جعفر کی تنقیدی اصطلاحوں کا عربوں پر کوئی اثر نہیں پڑا ابن معتز کی تنقیدی اصطلاحیں آگے چل کر عربی تنقید کی بنیادیں ...یں جن پر تنقیدی نظریات قائم کئے گئے۔ ان کا خیال ہے کہ ...بوں نے ابن معتز کی تنقیدی اصطلاحوں کو قبول کیا اور قدامہ ...شیں بے سود ثابت ہوئیں۔

...صل یہ ڈاکٹر مندور کا تعصب ہے اس لئے کہ وہ ...حضرت اس بنا پر ناپسند کرتے ہیں کہ اس نے یونانی تنقید ...دہ اٹھایا حالانکہ خود ابن المعتز بھی اس جرم میں شریک ہیں ...مہ بن جعفر اس استفادہ کو چھپاتے نہیں اور ابن معتز ...فادہ کو چھپا کر پیش کرتے ہیں۔ قدامہ ایک مدرسہ فکر کے ...جب کہ ابن معتز چند اصطلاحات پیش کرکے رہ جاتے قدامہ کی وضع کردہ تنقیدی اصطلاحات عربی تنقید کی داغ ...ثابت ہوئیں۔ ان سے قبل ان اصطلاحوں کا کبھی عربی ...نہ تھا۔ انھوں نے عربی میں تنقیدی نظریات کو پروان ...ے نظریات کو نئی اصطلاحوں کے ساتھ انھوں نے پیش ...نے اس سلسلہ میں کتاب الشعر (POETICS) اور ...طابتہ (RHETORIC) سے فائدہ اٹھایا اور اپنی ...باعی اور غیر معمولی ناقدانہ فطرت سے عربی تنقید کو نہایت ...

...نھوں نے جو اصطلاحات وضع کیں ان کی تفصیل درج ...یل ہے۔

(۱) صحت الاقسام
(۲) صحۃ المقابلات
(۳) صحۃ التفسیر
(۴) ائتلاف اللفظ مع المعنی
(۵) المساواۃ
(۶) الاشارۃ
(۷) الارداف
(۸) التمثیل
(۹) ائتلاف اللفظ مع الوزن
(۱۰) ائتلاف المعنی مع الوزن
(۱۱) ائتلاف القافیۃ مع ما یدل علیہ سائر البیت
(۱۲) التوشیح
(۱۳) اعتدال الوزن کمالاً
(۱۴) اشتقاق لفظ من لفظ
(۱۵) تلخیص الاوصاف
(۱۶) التوازی
(۱۷) الایغال
(۱۸) المصاحبۃ
(۱۹) اتساق البناء والسجع
(۲۰) عکس اللفظ او علی عکس ما نظم من بناء ہ
(۲۱) الفضائل النفسیۃ

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر بدوی طبانہ اس شمار میں ایک اہم اصطلاح بیان کرنا بھول گئے یعنی الفضائل النفسیۃ جس کا ذکر میں نے کردیا ہے حالانکہ یہ وہ بنیادی اصطلاح ہے جو خود قدامہ کی ایجاد ہے اور ان کے نظریات کا یہ اصطلاح نچوڑ ہے۔ فضائل نفسیہ کا بنیادی تصور یہ ہے مدح میں صرف چار عناصر کا ذکر ہونا چاہیے یعنی عقل، عفت، شجاعت اور عقل اور ان صفات سے پیدا شدہ صفات بھی اسی زمرہ میں آتی ہیں اس نظریہ سے آمدی اور ابن سنان خفاجی اختلاف کرتے ہیں۔ ڈاکٹر مندور کا خیال ہے کہ اس طرح قدامہ نے شاعر کو صفات جسمانی کے بیان سے محروم کر دیا۔ قدامہ کا نظریہ اس لحاظ سے صحیح ہے کہ صفات جسمانی بیان کرنے سے سطحیت اور رکاکت پیدا ہوتی ہے اس لئے شاعر کو ہمیشہ شرف ذاتی کے متعلق چیزیں بیان کرنی چاہئیں۔

بہرحال ان اختلافات کے باوجود عربوں نے فضائل نفسیہ کے نظریہ کو قبول کیا اس لئے قدامہ کی اس اصطلاح کے پس منظر میں ایک پورا سوچا سمجھا نظام تھا اس عظیم ناقد نے بتایا کہ پوری شاعری دو حصوں میں منقسم ہے یا تو وہ مدح ہے یا ہجو پھر اس نے مدح و ہجو دونوں کا معیار یہ مقرر کیا کہ ان میں انسان کے شرف ذاتی کی تعریف یا تنقیص ہونی چاہیے فرض کیجئے اگر کسی کی ہجو اس کے نسب یا اس کی آنکھ کی خرابی سے کی جائے تو قدامہ اس کو ہجو نہیں مانتا۔ کردار کی اچھائی یا برائی کو شاعری میں وہ معیار تسلیم کرتا ہے اس نظریہ کے اظہار کے لئے اس نے فضائل نفسیہ کی اصطلاح وضع کی۔

قدامہ بن جعفر اور ابن معتز کی وضع کردہ اصطلاحوں میں تصادم نظر آتا ہے مثلاً کتاب البدیع میں ابن معتز نے ایک اصطلاح طباق استعمال کی ہے قدامہ بن جعفر نقد الشعر میں اسی کو "المتکافی" کہتا ہے۔ عربوں نے قدامہ کے مقابلہ میں ابن معتز کی وضع کردہ اصطلاحوں کو اختیار کیا مثلاً مذکورہ بالا مثال میں

ــــــــــ

۱؎ قدامہ بن جعفر تالیف ڈاکٹر بدوی طبانہ ص ۲۹۲ تا ۳۰۲

انھوں نے طباق ہی کو ترجیح دی۔ آمدی جو قدامہ کے نظریات کے مخالف تھے انھوں نے اپنی کتاب الموازنة بین ابی تمام والبحتری میں طباق ہی کو استعمال کیا ہے [1]

صرف ایک اصطلاح ایسی ملتی ہے جس میں عربوں نے ابن معتز کے مقابلہ میں قدامہ کو ترجیح دی ہے ابن معتز نے ایک اصطلاح الافراط فی الصفة کے نام سے وضع کی تھی قدامہ نے اس کا نام "غلو" رکھا جس کو بلا استثنا تمام عرب ناقدوں نے قبول کر لیا اور ابن معتز کی اصطلاح کو ترک کر دیا۔

یہاں یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ عربی تنقید میں ساری اصطلاحات ابن معتز کی رائج ہیں چونکہ اس نے صرف علم بدیع سے بحث کی ہے وہ بھی مختصر اس لیے اس کی چند اصطلاحیں رواج پاگئیں باقی سب قدامہ بن جعفر کی وضع کردہ ہیں البتہ سوال یہ ہے کہ جہاں قدامہ کی اصطلاحوں کا ابن معتز سے ٹکراؤ ہوا وہاں عربوں نے ابن معتز کو ترجیح کیوں دی؟ ڈاکٹر بدوی طبانہ کا خیال ہے کہ چونکہ ابن معتز نے قدامہ سے بہت پہلے اپنی کتاب تصنیف کی اس لیے عربوں نے پہل کرنے والے کی اصطلاح کو ترجیح دی [2] مجھے اس نظریہ سے اختلاف ہے حق یہ ہے کہ عربوں نے ایسا قدامہ کی یونانیت کے تعصب میں کیا ہے اور یہ تعصب آج تک جاری ہے حتیٰ کہ دور جدید میں ڈاکٹر مندور قدامہ کی کوشش کو عقیم (بانجھ) قرار دیتے ہیں اور اس کو "احمق" بتاتے ہیں [3] اس سلسلہ میں ڈاکٹر طہٰ حسین نے صحیح لکھا ہے کہ تمام ناقدین عرب نے ساری اصطلاحات اور تنقیدی نظریے قدامہ سے اخذ کیے مگر نہ اس کا کہیں نام لیا اور نہ اس کی کتاب کا حوالہ دیا [4]

آمدی نے کتاب الموازنة میں المرزبانی نے کتاب الموشح میں، ابن رشیق قیروانی نے کتاب العمدة میں، ابن سنان خفاجی نے سر الفصاحة میں اور ابو ہلال عسکری نے سر الصناعتین میں قدامہ کی وضع کردہ اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ابو ہلال عسکری نے تو عبارتیں تک قدامہ کی کتاب نقد الشعر سے نقل کر لی ہیں مگر حوالہ نہیں دیا۔ [5] چونکہ عرب شعر و ادب میں کسی قوم کی تعریف برداشت نہیں کر سکتے قدامہ اہل یونان کی عظمت کا اس بارے میں معترف تھا اس لیے اس کے مخالف اکثر ناقد نظر آتے ہیں اصطلاحات کے ترجمے ارسطو کی کتابوں سے ابن معتز نے بھی کیے اور قدامہ نے بھی۔ اس لیے اختلاف دراصل ترجمہ کا ہے۔ اب میں قدامہ اور دوسرے ناقدین کی وضع کردہ اصطلاحات کے اختلاف کا ایک نقشہ پیش کرتا ہوں تاکہ صحیح کیفیت سامنے آسکے۔

قدامہ کی وضع کردہ اصطلاحات	دوسرے ناقدوں کی اصطلاحات
التتمیم	التمام، بلاغیوں کے نزدیک اعتراض کلام فی کلام لم یتم معناہ ابن معتز کے نزدیک
صحة التفسیر	التبیین
الغلو	الافراط فی الصفة ابن معتز کے نزدیک التبلیغ بلاغیوں کے نزدیک
التکافو	الطباق ابن معتز کے نزدیک
الاشارة	الایجاز بلاغیوں کے نزدیک
الارداف	التتبیع التجاوز } غیر قدامہ کے نزدیک
المطابق والمجانس	التجنیس ابن معتز کے نزدیک
المبتور	التضمین بلاغیوں کے نزدیک
التوشیح	التسہیم الارصاد } غیر قدامہ کے نزدیک
ائتلاف اللفظ مع المعنی	التنکیت ابن ابی اصبع کے نزدیک
ائتلاف اللفظ مع ما یدل علی سائر البیت [1]	التمکین [2] بلاغیوں کے نزدیک

قدامہ کے بعد پھر وضع اصطلاحات کی عظمت کسی ناقد کو حاصل نہ ہو سکی۔ علم بدیع میں ابو ہلال عسکری نے چھ اصطلاحوں کا اضافہ کیا جو ان کی وضع کردہ ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) التشطیر (۴) المضاعف
(۲) المحاوره (۵) الاستشہاد
(۳) التطریز (۶) التلطف

عسکری نے اس طرح علم بدیع کی ۲۹ اقسام میں ۶ کا اضافہ کر کے ان کی تعداد پینتیس کر دی۔ [3] یہ اور اس قسم کے (باقی آئندہ صفحہ پر)

---

[1] النقد المنہجی عند العرب ص ۶۶
[2] قدامہ بن جعفر، النقد الادبی ص ۴۴
[3] النقد المنہجی عند العرب ملاحظہ ہو باب قدامہ بن جعفر
[4] نقد النثر از قدامہ دیکھیے مقدمہ از طہٰ حسین
[5] قدامہ بن جعفر، النقد الادبی ص ۴۶

---

[1] قدامہ بن جعفر، النقد الادبی ص ۲۳۵ تا ۳۸۰
[2] یہاں یہ ملحوظ رہے کہ اردو نے اصطلاحات عموماً عربی سے اخذ کی ہیں علم بیان و بدیع تقریباً تمام اصطلاحات اردو میں مستعمل ہیں البتہ اردو میں "ال" نکال دیا جاتا ہے۔
[3] النقد المنہجی عند العرب ص ۲۰۶

آل احمد سرور

"ایک روشن دماغ تھا نہ رہا"

۱۹ دسمبر ۱۹۷۱ء کو سہ پہر کے ساڑھے تین بجے خواجہ غلام السیدین اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ سیدین صاحب جب سے کشمیر سے واپس آئے تھے، ان کے قلب میں تکلیف ہو جاتی تھی۔ ڈاکٹر ڈِگ جوان کے پرانے معالج تھے بڑی توجہ سے ان کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ نومبر کے آخر میں جب ان سے ملاقات ہوئی تو وہ پہلے سے بہتر معلوم ہوتے تھے۔ ۱۶ دسمبر کو ان کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو انھیں ہولی فیملی اسپتال لے جایا گیا جہاں ۱۹ دسمبر کو ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ۷۷ سال کی عمر میں ہندوستان کا یہ مشہور ماہرِ تعلیم، ممتاز ادیب، دانش ور، معلم، مفکر، مصلح، تہذیب اور شرافت کا پتلا، بہترین مقرر، اپنی مادری زبان اردو کے علاوہ انگریزی کا ایک ممتاز مصنف، علی گڑھ کا مایۂ ناز فرزند، سچا مسلمان، پکا ہندوستانی اور انسانیت کا علم بردار اور عاشق، ہم سے رخصت ہو گیا۔

سیدین صاحب سے تقریباً چالیس سال سے ملاقات تھی، ویسے سب سے پہلے ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ کی جوبلی کے موقع پر کل ہند مباحثے میں ان کی تقریر سنی تھی۔ سیدین صاحب اسی زمانے میں لیڈس سے بی ایڈ کر کے آئے تھے۔ اس مباحثے میں سر علی امام اور محمد علی جناح جیسے ممتاز مقرر موجود تھے۔ سبھی سیدین کی تقریر سے متاثر تھے۔ اس کے بعد ایک دفعہ آگرہ کالج میں ان کی تقریر سنی تھی۔ ۱۹۳۲ء میں جب علی گڑھ آیا تو پہلے ہی ہفتے میں سیدین صاحب سے ملاقات ہوئی۔ شروع ہی سے ان کی علمیت، دردمندی، دلسوزی اور شفقت کا نقش دل پر ہوا اور جیسے جیسے میں ان کے قریب آتا گیا یہ نقش گہرا ہوتا گیا۔ سیدین صاحب نے نہ صرف یونی ورسٹی کے شعبۂ تعلیم کو ایک علمی ماحول عطا کیا تھا، وہ یونی ورسٹی میں علمی و ادبی سرگرمیوں میں پیش پیش رہتے تھے۔ روز شام کو پابندی سے کلب جاتے اور ٹینس کھیلتے۔ اس کے بعد گھنٹہ آدھ گھنٹہ بیٹھ کر باتیں کرتے اور پھر گھر جا کر اپنے کاموں میں مصروف ہو جاتے۔ جب ۱۹۳۶ء میں ضربِ کلیم شائع ہوئی تو اقبال نے سب سے پہلے ایک نسخہ انھیں بھیجا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس موقع پر ہم لوگ ان کے یہاں ضربِ کلیم کی نظمیں پڑھنے اور اقبال کی شاعری کے تازہ ترین میلانات پر تبادلۂ خیال کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ جب ۱۹۳۵ء میں اقبال علی گڑھ آئے تھے تو سیدین صاحب کے یہاں یونی ورسٹی کے اساتذہ سے ان کی ملاقات ہوئی تھی۔ اس زمانے میں سیدین نے اقبال کے تعلیمی فلسفے پر انگریزی میں ایک کتاب لکھی تھی۔ ۱۹۳۶ء میں سیدین کشمیر چلے گئے۔ ان کے جانے کا قصہ دلچسپ ہے۔ کشمیر کے وزیرِ تعلیم نے ذاکر صاحب کو وہاں کی نظامتِ تعلیمات کی جگہ پیش کی تھی۔ ذاکر صاحب نے مجبوری ظاہر کی اور کہا کہ میں آپ کو اپنے سے بہتر آدمی دوں گا، اس طرح سیدین صاحب کشمیر پہنچے اور وہاں فروری ۱۹۴۵ء تک رہے۔ آخر فروری ۱۹۴۵ء میں وہ رام پور آ گئے جہاں مارچ میں رضا انٹر کالج کے پرنسپل کی حیثیت سے میں بھی پہنچ گیا۔ اس زمانے میں سیدین صاحب کی رہنمائی میں رامپور میں بہت سے اچھے تعلیمی منصوبے پورے ہوئے۔ ایک عوام کا کالج کھولا گیا جس کے ذریعہ رام پور کے شہریوں سے براہِ راست رابطہ قائم ہوا۔ اس زمانے کا ایک واقعہ خاص طور سے یاد آتا ہے۔ ایک دفعہ امتحان میں ایک پرائیویٹ امیدوار نے جو اتفاق سے نواب صاحب کے اے۔ ڈی۔ سی تھے نقل کی۔ میں نے ان کے خلاف ضابطے کی کارروائی کی۔ نواب صاحب اپنے منظورِ نظر اے۔ ڈی۔ سی کے خلاف اقدام پر بہت برہم ہوئے اور انھوں نے اپنے ہی محکمے کے خلاف قانونی کارروائی کرنی چاہی۔ سیدین صاحب نے مجھ سے واقعہ کی تفصیل پوچھی تو میں نے کہا کہ میں ایسے ماحول میں رہنا نہیں چاہتا جہاں بااثر لوگ قانون کی زد سے باہر ہوں۔ سیدین صاحب نے بے تکلف کہا کہ سرور صاحب آپ کے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر ہوگا تو پہلے میں جاؤں گا۔ ایک اور واقعہ جس سے سیدین صاحب کے اعلیٰ کردار پر روشنی پڑتی ہے، یاد آیا۔ کالج میں چپراسی بہت تھے اور بے ضرورت تھے۔ وائس پرنسپل کو بھی ایک چپراسی ملا ہوا تھا۔ میں نے اسے کالج میں بلا لیا۔ وائس پرنسپل صاحب نے سیدین صاحب سے فریاد کی اور انھوں نے مروت میں کہہ دیا کہ آپ چپراسی سے اپنے یہاں کام لیتے رہیے۔ میں سرور صاحب سے کہہ دوں گا۔ جب انھوں نے مجھ سے ذکر کیا تو میں نے احتجاج کیا کہ آپ کو ان کو یہ ہدایت کرنی چاہیے تھی کہ مجھ سے بات کریں، میں آپ کی خواہش کا ضرور احترام کرتا مگر میرے ماتحتوں کو یہ خیال نہیں ہونا چاہیے کہ وہ بالا بالا آپ سے کام کرا سکتے ہیں۔ سیدین صاحب نے معذرت کی اور کہا کہ میں نے بے خیالی میں کہہ دیا تھا، آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ رام پور سے میں لکھنؤ چلا آیا اور سیدین صاحب بمبئی چلے گئے۔ بمبئی میں ان پر قلب کا سخت دورہ پڑا اور نمونیا بھی ہو گیا مگر بروقت علاج اور دیکھ بھال کی وجہ سے ٹھیک ہو گئے۔ بمبئی چند سال رہنے کے بعد مولانا آزاد نے انھیں وزارتِ تعلیم میں بلا لیا۔ جہاں پہلے وہ جوائنٹ سکریٹری

اور بعد میں سکریٹری ہوئے۔ اس زمانے میں انھوں نے مرکزی حکومت کے تعلیمی کاموں کو بڑی ترقی دی۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد وہ امریکہ کی کئی یونی ورسٹیوں میں مہمان پروفیسر کی حیثیت سے درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ پھر دلی میں یونیسکو کے تربیتی ادارے کے نگراں مقرر ہوئے جہاں سے چند سال پہلے سبکدوش ہوئے تھے۔ مگر وہ جہاں رہے تصنیف وتالیف ان کا محبوب مشغلہ رہا۔ جدید تعلیمی مسائل پر برابر لکھتے رہے۔ تازہ ترین فکری تہذیبی وسماجی میلانات پر اظہار خیال کرتے رہے۔ انگریزی میں کئی کتابیں انھوں نے لکھیں، ان میں اقبال کا تعلیمی فلسفہ اور مستقبل کا اسکول، میرے نزدیک بڑی اہمیت رکھتے ہیں، اردو میں انھوں نے اصول تعلیم، پر بڑی جامع کتاب عرصہ ہوا لکھی تھی جو ہندوستانی اکیڈمی سے شائع ہوئی تھی، اس کے علاوہ روح تہذیب، شہیدان وفا کا خوں بہا کیا، مرد درویش (جو اپنے والد کی سیرت وشخصیت کا بڑا اچھا مرقع تھا) آندھی میں چراغ، زبان، زندگی اور تعلیم، ان کی ایسی تصانیف ہیں جو اردو ادب میں گراں قدر اضافہ ہیں۔ زبان، زندگی اور تعلیم، ان کی زندگی میں انجمن ترقی اردو ہند سے طبع ہوگئی تھی، مگر افسوس ہے کہ شائع اس وقت ہوئی جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، مجھے افسوس ہے کہ یہ کتاب وہ دیکھ نہ سکے۔

سیدین صاحب کے جو مضامین 'آندھی میں چراغ' کے نام سے شائع ہوئے ہیں ان پر ساہتیہ اکاڈمی نے انھیں پانچ ہزار روپیہ کا انعام دیا تھا۔ میں 'آندھی میں چراغ' کو ان کی بہترین تصنیف سمجھتا ہوں۔ اس میں ان کا زندگی کا فلسفہ ان کے تہذیبی، تعلیمی، سماجی اور اخلاقی اصول بڑے دلاویز طریقے سے بیان ہوئے ہیں، وہ گاندھی جی، مولانا آزاد، اجان ڈیوی، اقبال، ذاکر حسین سے بہت متاثر تھے اور ان کے افکار واقدار پر انھوں نے اپنے مدلل اور شگفتہ اسلوب میں بڑی بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ زبان، زندگی اور تعلیم میں بھی انھوں نے تہذیب اور انسانیت کے ارتقا میں الفاظ کے رول کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے، انھوں نے خود لفظوں سے بڑا کام لیا ہے۔ ان کے اسلوب میں ایک جوئے دل نشیں کی سی روانی ہے اور ایک لطیف شراب کا سا ہلکا اور حیات بخش نشہ۔ وہ آخر تک لکھتے پڑھتے رہے۔ زندگی کی اعلیٰ قدروں کا عرفان آخر وقت تک عام کرتے رہے۔ بنگلہ دیش میں پاکستان کی فوجی حکومت نے جو مظالم کئے ہیں ان پر وہ بہت رنجیدہ تھے اور انھوں نے کئی نشریات میں انسانیت کے اس المیہ کا ماتم کیا ہے۔ آخر زمانے میں وہ اسلام پر ایک کتاب لکھ رہے تھے جس میں انھوں نے عام تفسیروں سے ہٹ کر اسلام کی آفاقیت اور بنی نوع انسان کے لئے اس کی اہمیت پر زور دیا تھا۔ وہ گہری مذہبیت رکھتے تھے مگر ان کی مذہبیت میں کسی قسم کی تنگ نظری نہ تھی وہ دوسرے مذاہب کا، بلکہ ہر عقیدے کا جس میں خلوص ہو، احترام کرتے تھے وہ نئے خیالات نئے آدرشوں نئے میلانات سے بھڑکتے نہ تھے۔ ان کے اچھے پہلوؤں کی برابر حمایت کرتے تھے، وہ صحیح معنی میں لبرل تھے۔ ان کے یہاں مشرقیت اور مغربیت دونوں کا ایک دلاویز سنگم تھا تہذیب اور شرافت انسان دوستی اور اخلاقی نقطۂ نظر، قومیت اور بین الاقوامیت ان کے یہاں گھل مل گئے تھے، میں نے انھیں بہت قریب سے دیکھا تھا۔ وہ ملک کی بعض تہذیبی، سماجی اور سیاسی غلطیوں پر ملول ہوتے تھے بعض ایسے اشخاص کے غلط رول پر کڑھتے تھے جن سے صحیح راستے پر چلنے کی توقع تھی، مگر ان کے یہاں میں نے کبھی تلخی نہیں دیکھی۔ وہ اپنے اصولوں پر قائم رہے اور ان اصولوں پر عمل کرنے میں ان کے یہاں نہ برہمی نظر آئی نہ بیزاری۔

سیدین صاحب ذاکر صاحب سے بڑی محبت کرتے تھے۔ ذاکر صاحب کو بھی ان سے بڑی محبت تھی۔ مگر سیدین صاحب کی محبت تو عشق کے درجے کی تھی۔ ایک واقعہ یاد آگیا آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے غالباً ۱۹۳۷ء میں ایک کمیٹی مسلمانوں کے تعلیمی مسائل پر غور کرنے کے لئے کمال یار جنگ کمیٹی کے نام سے مقرر کی تھی۔ یہ کمیٹی اپنا کام پورا نہ کرسکی تھی۔ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے علی گڑھ کے اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ اس کمیٹی کے کام کو مکمل کرنے کے لئے ایک اور کمیٹی بنائی جائے۔ اجلاس میں ڈاکٹر ضیاء الدین، بہادر یار جنگ اور سیدین بھی موجود تھے۔ میں نے تجویز پیش کی کہ کمیٹی میں ذاکر صاحب اور سیدین صاحب دونوں کو شامل کیا جائے۔ بہادر یار جنگ، ڈاکٹر ظفر الحسن سید سلیمان ندوی اور اعظم یار جنگ کو ضرور شامل کرنا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین سیدین صاحب کی شمولیت پر راضی تھے مگر ذاکر صاحب کی شمولیت پر انھیں اعتراض تھا۔ بہادر یار جنگ کی کوشش سے یہ طے ہوا کہ ذاکر صاحب اور سیدین صاحب میں سے ایک کو لیا جائے۔ میں نے سیدین صاحب سے پوچھا کہ اب کیا ہو۔ انھوں نے بے ساختہ کہا کہ "دس سیدین بھی ایک ذاکر حسین کی برابری نہیں کرسکتے"۔ چنانچہ ذاکر صاحب کا نام کمیٹی کے لئے متفقہ طور پر منظور ہو گیا۔

سیدین صاحب کو اقبال کا یہ شعر جو مرد مومن کی شان میں کہا گیا ہے، بہت پسند تھا۔ یہ شعر سیدین صاحب پر بھی صادق آتا ہے ان کے یہاں مرد مومن کی شان جمالی پوری طرح جلوہ گر تھی۔

"نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز"

▲

اخبار و اذکار

ڈاکٹر خواجہ غلام السیدین کو خراجِ عقیدت

(۱)

انجمن اردوئے معلی شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کا یہ خاص جلسہ جناب خواجہ غلام السیدین کی وفات پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور اسے ہندوستان کے علمی و ادبی حلقوں کے لیے عموماً اور اردو زبان و ادب اور علی گڑھ کے لئے خصوصاً ایک ناقابلِ تلافی نقصان سمجھتا ہے۔ سیدین صاحب علی گڑھ کے ان مایۂ ناز فرزندوں میں سے تھے جنھیں بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی وہ ایک مشہور ماہرِ تعلیم ایک ممتاز ادیب ایک برگزیدہ دانشور محبِ وطن، مصلح اور مفکر تھے۔ طالب علمی کے زمانے سے ہی ان کی تحریر اور تقریر کی شہرت تھی۔ وہ پچیس سال کی عمر میں پروفیسر ہوئے تھے۔ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے علاوہ وہ کشمیر، رامپور، بمبئی اور دہلی میں اعلیٰ تعلیمی عہدوں پر مامور رہے۔ اس کے علاوہ امریکہ کی کئی یونیورسٹیوں میں مہمان پروفیسر کی حیثیت سے درس و تدریس کے فرائض انجام دئے۔ سیدین صاحب آخر تک تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ انگریزی میں ان کی کئی بلند پایہ تصانیف کے علاوہ اردو میں اصولِ تعلیم، شہیدانِ وفا کا خون بہا کیا، مردوں روشن آندھی میں چراغ، زبان، زندگی اور تعلیم اردو ادب میں وقیع اور گراں قدر اضافہ ہیں۔ آندھی میں چراغ پر انھیں ساہتیہ اکاڈمی کا انعام بھی ملا تھا۔

سیدین صاحب انجمن ترقی اردو ہند کے نائب صدر تھے۔ شعبۂ اردو علی گڑھ سے ان کا برابر گہرا تعلق رہا۔ ہماری دعوت پر انھوں نے کئی بار ہمارے جلسوں اور سیمیناروں میں شرکت کی اور شعبے کی سرگرمیوں سے برابر دلچسپی کا اظہار کرتے رہے۔ وہ ایک اچھے مسلمان اور سچے ہندوستانی تھے ان کی انسان دوستی رواداری تہذیبی اور اخلاقی قدروں کی علمبرداری برابر ذہنوں کو روشنی عطا کرتی رہے گی اور دلوں کو گرماتی رہے گی۔ وہ گاندھی جی، مولانا آزاد، جان ڈیوی، اقبال اور ذاکر حسین سے بہت متاثر تھے۔

یہ جلسہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے اور پسماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

• نامہ نگار

(۲)

شعبۂ اردو دہلی یونی ورسٹی کے اساتذہ اور طلبا کا یہ جلسہ منعقدہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۷۱ء ملک کے دیدہ ور ماہرِ تعلیم، مقتدر اہلِ قلم اور خانوادۂ حالی کے چشم و چراغ ڈاکٹر خواجہ غلام السیدین کے انتقال پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور ان کی وفات کو ملک و قوم کے لئے ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیتا ہے۔

شعبۂ اردو دہلی یونی ورسٹی کے طلبا اور اراکین کو اس پر فخر ہے کہ ڈاکٹر خواجہ غلام السیدین نے ہمیشہ ان کو اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا اور دہلی یونی ورسٹی میں نظامِ اردو خطبات کا افتتاح ان ہی کے بصیرت افروز خطبے سے ہوا جس کا عنوان ہے "فکرِ انسانی کا سفرِ ارتقا" اور جو اردو ادب میں غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ اسی طرح شعبۂ اردو کے توسیعی لکچروں کا آغاز بھی ان کے گراں قدر خطبے "جینے کے سلیقے" سے ہوا جس سے مطالعہ و عمل اور فہم و تدبر کا ایک نیا معیار قائم ہوا۔

خواجہ غلام السیدین نے ریاست رام پور، ریاست جموں و کشمیر، حکومتِ بمبئی اور مرکزی حکومتِ ہند کے مشیرِ تعلیمی کی حیثیت سے ناقابلِ فراموش خدمات انجام دی ہیں اور حالی کی بہترین روایات کو نکھارنے اور سنوارنے کا کام بڑی خوبی سے انجام دیا ہے۔ انھوں نے یونسکو کی بعض اہم بین الاقوامی کمیٹیوں کے رکن اور کوٹھاری کمیشن کے ممبر کی حیثیت سے تعلیم اور تہذیب کے میدان میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ ہمیشہ یادگار رہیں گی۔

خواجہ غلام السیدین ایک ممتاز ماہرِ تعلیم، دل نواز ادیب اور بالغ نظر مفکر ہی نہیں تھے، صحیح لفظ آدمیت کی تصویر اور انسانیت اور شرافت کی بہترین اقدار کے امین بھی تھے۔ ان کے یہاں ذہنِ بیدار کے ساتھ جو گداز قلب ملتا ہے اور ان کی تحریروں اور تقریروں میں روحانیت کا جو عنصر اور فکر و عمل میں تیر کی سی جو تیزی اور سید ھی لکیر ہے وہ ہماری بڑی دولت ہے اور اس عہدِ حیات میں ہمارا سب سے بڑا سہارا ہے۔ شعبۂ اردو کو یقین ہے کہ انھوں نے روشن خیالی، وسعتِ نظر اور وسیع انسانیت کی جو شمع روشن کی تھی اس کو ان کے ہزاروں شاگرد، ارادت مند اور معلم اس شان سے فروزاں کریں گے کہ ہم خود اعتمادی کے ساتھ نئی منزلوں کی طرف بڑھتے رہیں گے اور ان کی وراثت سے نئی تہذیب کے مرقع میں رنگ بھر سکیں گے۔

شعبۂ اردو دہلی یونی ورسٹی کی رائے میں ڈاکٹر خواجہ غلام السیدین کا انتقال علم و ادب اور دانش و تہذیب کے لئے ایک عظیم حادثہ ہے اور ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ شاید کبھی پورا نہ ہوگا۔ شعبۂ اردو تہذیب اور تعلیم کے اس نقصانِ عظیم کے ماتم میں شریک ہے اور مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔

• خواجہ احمد فاروقی

پنڈت راج ناتھ کنزرو کے انتقال پر تعزیت

اراکین جامعہ اردو علی گڑھ کا یہ جلسہ پنڈت راج ناتھ کنزرو

امیر جامعہ، جامعہ اردو کے سانحہ ارتحال پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ ایک ایسے دور میں جبکہ اردو کے لئے سینہ سپر رہنے والوں کی تعداد کم سے کم ہوتی چلی جا رہی ہے۔ کنزرو صاحب جیسے جری اور مخلص محسن اردو کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا بڑا ہی المناک حادثہ ہے جس کی تلافی مدتوں تک نہ ہو سکے گی۔

پنڈت جی جامعہ اردو سے ابتدا سے وابستہ رہے اس دن سے لے کر آج تک وہ کارکنان جامعہ اردو کے لئے ایک مشعل نور رہے اور اپنی ذاتی توجہ، انہماک اور محنت سے جامعہ اردو کے آڑے وقتوں میں کام آتے رہے۔ ان کے سایہ شفقت میں جامعہ اردو کو بڑا فروغ ہوا۔ وہ ہمارے ادارے کی ساکھ تھے۔

یہ جلسہ بارگاہ خداوندی میں دعا کرتا ہے کہ خداوند تعالے ان کی روح کو سکون بخشے۔

• جامعہ اردو علی گڑھ

ڈاکٹر خواجہ غلام السیدین کے انتقال پر تعزیتی قرارداد

جامعہ اردو علی گڑھ کا یہ جلسہ ڈاکٹر خواجہ غلام السیدین صاحب مرحوم کی وفات پر کمال رنج و تاسف کا اظہار کرتا ہے۔

مرحوم کی وفات سے اردو کو بالعموم اور جامعہ اردو کو بالخصوص ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ وہ نہ صرف بلند پایہ ادیب اور ماہر تعلیم ہی تھے بلکہ ایک عظیم انسان اور ایک اعلیٰ تہذیب کا نمونہ اور نمائندہ تھے۔

یہ جلسہ خدا سے دعا کرتا ہے کہ وہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

• جامعہ اردو علی گڑھ

جلسہ تعزیت

بزم اقبال آگرہ اور انجمن ترقی اردو شاخ آگرہ کا ایک ہنگامی جلسہ حضرت مکش اکبر آبادی کی صدارت میں منعقد ہوا اس جلسہ میں بزم اقبال کے سرپرست، انجمن ترقی اردو آگرہ کے صدر اور جامعہ اردو علی گڑھ کے امیر جامعہ عالیجناب پنڈت راج ناتھ کنزرو اور مشہور عالم ماہر تعلیم مرکزی محکمہ تعلیم کے سابق سکریٹری جناب خواجہ غلام السیدین کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور تعزیتی قراردادیں منظور کی گئی۔

بعد ازاں ہر دو حضرات کی زندگی اور ان کے روشن کارناموں پر مقالے پڑھے گئے۔

• عزیز اکبر آبادی

ادبی سنگم بمبئی کا ماہانہ جلسہ

"ادبی سنگم" پنچا پارک ملاڈ بمبئی کا ایک جلسہ جناب ہیرانارا پورناداس کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں متعدد شعرائے کرام نے سامعین کو اپنے کلام سے محظوظ کیا۔ اس کے علاوہ جناب محمود جاوید نے ہندوستان کی جمہوری پالیسی اور بنگلہ دیش کے موضوع پر ایک مختصر مگر جامع تقریر کی۔ آخر میں "ادبی سنگم" کی اس ماہانہ نشست میں ذیل کی تجویز متفقہ طور پر پاس ہوئی۔

"بنگلہ دیش جو کل تک محض ایک دیوانے کا خواب سمجھا جاتا تھا آج ایک ٹھوس حقیقت بن چکا ہے۔ لاکھوں جانوں کی قربانیوں کے بعد ایک نیا ملک وجود میں آچکا ہے جو انشاء اللہ ہمیشہ سیکولرزم، جمہوریت اور انسانیت کی بنیاد پر قائم رہ کر ہندوستان کی آنکھوں کا تارہ بنا رہے گا۔ ہم اس عظیم الشان تاریخی کارنامہ کا پرجوش خیر مقدم کرتے ہیں اور اس کامل یقین کے ساتھ کہ بنگلہ دیش اور ہندوستان کے دوستانہ تعلقات ساری دنیا کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں گے ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہمارا دوسرا پڑوسی ملک بھی اپنی گذشتہ غلطیوں کے پیش نظر فوراً ایسی خوشگوار پالیسی کو اپنائے جس سے کہ نہ صرف ہمارے دوستانہ تعلقات از سر نو قائم ہو سکیں بلکہ وہ خود اپنا مستقبل بھی سنوارنے میں کامیاب ہو سکے۔ آخر میں ہم سارے انصاف پسند ممالک سے پر زور اپیل کرتے ہیں کہ وہ بنگلہ دیش کے عظیم ترین رہنما شیخ مجیب الرحمٰن کو قید کی گھٹن سے نجات دلانے کی بھرپور کوشش کریں۔"

• قیصر عثمانی سکریٹری "ادبی سنگم" بمبئی

زبان، زندگی اور تعلیم

علمی و ادبی حلقوں میں اس خبر سے مسرت ہوگی کہ ڈاکٹر خواجہ غلام السیدین کی کتاب "زبان، زندگی اور تعلیم" انجمن سے شائع ہوگئی ہے اس کتاب کو مرحوم کی آخری یادگار تصور کیا جائے گا۔

کتاب کی افادیت کے پیش نظر توقع ہے کہ علمی حلقوں میں اس کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

قیمت صرف ۲ روپیہ

مراسلات

ڈاکٹر خواجہ غلام السیدین

(۱)

۲۰؍ دسمبر ۱۹۷۱ء کے اخبارات سے معلوم ہوا کہ سیدین کا انتقال ہو گیا، اس خبر سے ایک بڑی کمی کا احساس ہونے لگا۔ ایک ماہر تعلیم اور ادیب ہونے کی حیثیت سے ڈاکٹر ذاکر حسین اور سیدین کی شخصیتوں میں برابر کا وزن محسوس ہوتا تھا مگر ڈاکٹر ذاکر حسین کی شخصیت میں ایک جلال تھا جو ہندوستان کے صدر ہونے کی صورت میں ظاہر ہوا۔ سیدین کی شخصیت میں جمال تھا جو زندگی بھر تقریروں اور تحریروں میں علم اور عقل کے موتی پرونے کے سلیقہ کو نمایاں کرتا رہا۔

تو نے دیکھا ہے کبھی اے دیدۂ عبرت کہ گل
ہو کے پیدا خاک سے رنگیں قبا کیونکر ہوا؟

اقبال کے اس حسین تصور کی روشنی میں سیدین کی ذہنی ساخت پر جو تہذیبی روایات اثر انداز ہوئیں وہ یہ تقاضہ کرتی ہیں کہ ان پر سنجیدگی سے غور کیا جائے۔

• حسن عسکری بلکھنوی

سندھی زبان کا رسم الخط

سندھی بھائیوں نے آل انڈیا سندھو سیوا سنگھ کی زیر سرپرستی کانفرنس میں سندھی زبان کے قدیم رسم الخط کی برقراری کے لئے جو رزولیوشن بطور ہدایت نامہ حکومت کی توجہ و غور کے لئے کثرت رائے سے طے کیا تھا اس کے لئے وہ قابل مبارکباد ہیں اردو دوست ایسے جرأت آمیز اور دور بین تصفیہ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس فیصلہ کی بنیاد محض سائنٹفک، علمی اور لسانی اصول پر ہے امید کہ اردو دوست سجاد مرزا صاحب کی تحریک (ہماری زبان مورخہ ۱۸؍ دسمبر ۱۹۷۱ء) کا لحاظ کرتے ہوئے اس فیصلہ پر اظہار تبریک و تحسین میں تساہلی نہ فرمائیں گے۔ چونکہ ہماری ملی جلی تہذیب و ثقافت کی ترقی و حفاظت کے لئے اس قسم کی لسانی تحریکیں کی ہمت افزائی کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

حیدرآباد۔ • سعید جنگ

تصحیح

"بکٹ کہانی" کے متن سے متعلق راقم الحروف کے مراسلے (ہماری زبان ۲۲؍ دسمبر ۱۹۷۱ء، صفحہ ۸، کالم ۲، سطر ۲۲) میں مصنف کے متن سے قریب تر کے بجائے غلطی سے "مصنف کے متن سے قدیم تر" لکھا گیا ہے۔ ناظرین تصحیح فرمالیں۔ مرزا خلیل احمد بیگ

نصر قریشی

نیا سال

دوستو، ہم نفسو، ہم سخنو، ہم قلمو!
یہ نیا سال، نیا دور مبارک تم کو
یہ نئے شام و سحر، راتوں کے اُجلے پیکر
راس آئیں تمہیں، ماضی کے فسانے چھوڑو
مردہ لمحات کو مٹی کے تلے دفن کرو
سایۂ عمر گریزاں کو لئے ساتھ چلو
اور اس سال کے بارے میں بھی کچھ سوچو

آؤ ہم آج نئے سال کا آغاز کریں
دل کی بے رنگ سی تصویر میں وہ رنگ بھریں
جس سے بے رنگ سی راہوں میں نقوش جاگیں
مردہ راتوں میں نئے چاند ستارے جاگیں
ذہن خوابیدہ ہی کیا سارے کے سارے جاگیں
اور یہ عہد بھی دہرائیں بصد عجز و خلوص
ہم سے تجدید نہ ہوگی کبھی تو تیر قلم
اپنے کاندھوں پہ اٹھائیں گے محبت کے علم
تاکہ پتھر بھی تراشیں تو صنم بن جائے
اور عقیدت سے سنواریں تو خدا کہلائے
رات سنگین ہو، رنگین سحر ہو جائے
وقت کا سہما ہوا لمحہ بسر ہو جائے
شمع اخلاص کہ ہر حال میں جلتی ہی رہے
روشنی تیرگی کے سانچے میں ڈھلتی ہی رہے

دوستو، ہم نفسو، ہم سخنو، ہم قلمو!
یہ نیا سال، نیا دور مبارک تم کو!

باقی صفحہ ۷ سے آگے

اضافہ تنقید کے لئے مفید نہیں اس لئے ان کے اندر گہرا نظریاتی شعور نہیں ہوتا۔ قدامہ کے بعد پانچویں صدی ہجری میں عبدالقاہر جرجانی نے بعض نئی تنقیدی اصطلاحات ایجاد کیں اگرچہ ان کی وضع کردہ اصطلاحات کی تعداد ابن معتز سے بھی کم ہیں انھوں نے مجاز مرسل اور نظم معانی کی اصطلاحیں استعمال کی ہیں ۱ وہ دراصل علم معانی کے موجد ہیں جس کی اصطلاحیں بعد میں رائج ہوئیں اور سکاکی نے ان علوم کو علم معانی سے علم بیان اور علم بدیع کے نام سے تقسیم کر کے الگ کر دیا۔

---

۱ مقدمہ نقد النثر از طہٰ حسین

انجمن ترقی اردو (بیڑ) کے وفد کی وزیر صحت و اوقاف سے ملاقات

بیڑ :- انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ ضلع بیڑ کے ارکان جناب صفدر علی دیشمکھ ایڈوکیٹ کی قیادت میں جناب محمد نصیرالدین فاروقی جناب عبدالرزاق (میونسپل کونسلر) اور جناب نعیم زاہد پر مشتمل ایک وفد نے ڈاکٹر رفیق زکریا وزیر صحت و اوقاف حکومت مہاراشٹر کی خدمت میں ایک یادداشت پیش کی جس میں انجمن کی روداد کے ساتھ یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ مستقر بیڑ پر دارالمطالعہ کے لیے محکمۂ اوقاف سے موزوں جگہ کا بندوبست کیا جائے۔ جس کے جواب میں وزیر موصوف نے وفد کو یقین دلایا کہ اس مطالبہ پر ہمدردانہ طریقہ پر غور کیا جائے گا۔ • نعیم زاہد

قصبہ بھینسہ میں انجمن ترقی اردو کا انتخابی جلسہ

بھینسہ :- انجمن ترقی اردو شاخ بھینسہ کا ایک جلسہ بصدارت ڈاکٹر محمد لطیف الدین صاحب منعقد ہوا جس میں اڈہاک کمیٹی کو مستقل کمیٹی قرار دینے کا فیصلہ ہوا جلسہ کے مہمان خصوصی جناب مسرنیواس لاہوٹی صاحب آرگنائزنگ سکریٹری تھے۔ مندرجہ ذیل اصحاب کو ارکان منتخب کیا گیا۔

(۱) مولوی ڈاکٹر لطیف الدین صاحب۔ صدر
(۲) شری بھیم راؤ صاحب کرم ایڈوکیٹ۔ نائب صدر
(۳) مولوی برہان الدین صاحب۔ معتمد
(۴) مولوی اقبال احمد صاحب۔ نائب معتمد
(۵) شری شبیر احمد صاحب۔ معتمد تنظیم

• ڈاکٹر لطیف الدین

اردو زبان اور تعلیم کے مسائل پر غور

آرمور :- انجمن ترقی اردو شاخ آرمور کا جلسہ ہائی اسکول آرمور میں جناب مسرنیواس لاہوٹی آرگنائزنگ سکریٹری ریاستی انجمن کے زیر صدارت منعقد ہوا۔ جناب محمد احمد معتمد انجمن نے رپورٹ سنائی۔ ڈاکٹر عبدالقدوس نائب معتمد انجمن نظام آباد اور جناب یعقوب شریف ڈپٹی انسپکٹر تعلیمات اور صدر جلسہ جناب لاہوٹی نے جلسہ کو مخاطب کیا اور اردو کے موقف پر روشنی ڈالی۔ • سیاست حیدرآباد

عادل آباد میں اردو کانفرنس

عادل آباد :- انجمن ترقی اردو شاخ عادل آباد کے زیر اہتمام جناب اسمٰعیل قریشی ایڈوکیٹ صدر انجمن مقامی کے زیر صدارت اردو کانفرنس منعقد ہوئی۔ جناب مسرنیواس لاہوٹی آرگنائزنگ سکریٹری و رکن مرکزی انجمن مہمان خصوصی تھے۔ کانفرنس میں ۶ قرار دادیں بھی منظور کی گئیں، جن میں عادل آباد میں اردو کی جماعتوں کا قیام اردو کے بارے میں سابق چیف منسٹروں کے تیقنات کی عمل آوری اردو مدرسین کا تقرر۔ اردو نصابی کتب کی بروقت اشاعت اور اردو ادیبوں اور شاعروں کی امداد کا مطالبہ کیا گیا۔ مسٹر ملکشر شاہ ڈپٹی چیرمین قانون ساز کونسل نے عوام سے متحدہ طور پر دشمن کا مقابلہ اور حکومت کی ہر طرح تائید کرنے کی اپیل کی مسٹر دادی شنکر سابق ایم۔ ایل۔ اے کے۔ کرشنا نائب صدر ضلع کانگریس اور جناب لاہوٹی نے بھی جلسہ کو مخاطب کیا اور اردو کی ترقی کے لیے مشترکہ مساعی کو ناگزیر قرار دیا۔

• سیاست حیدرآباد

انجمن ترقی اردو ورنگل کے انتخابات

ورنگل :- انجمن ترقی اردو شاخ ورنگل کے انتخابات جناب محمد برہان الدین ایڈوکیٹ صدر انجمن مقامی کے زیر صدارت منعقد ہوئے۔ منتخب عہدہ داروں میں مسٹر محمد برہان الدین ایڈوکیٹ (صدر)، سی نارائن ایڈوکیٹ اور قاضی عبدالواحد قریشی (نائب صدور)، علی حضری (معتمد و خازن) اور سید فیض الرحمٰن (نائب معتمد) منتخب ہوئے۔ • نامہ نگار

انجمن ترقی سنگاریڈی کے اراکین کی وزیر اعظم کو مبارکباد

انجمن ترقی اردو شاخ سنگاریڈی کے عہدہ داروں نے اپنے ایک بیان میں وزیر اعظم ہند کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ بنگلہ دیش کی آزادی سیکولرزم کی جیت ہے۔ بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ تاریخ عالم میں وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی ایک عظیم مدبر کی حیثیت سے یاد رکھی جائیں گی۔

• سیاست حیدرآباد

شعبۂ اردو بزم ادب کا ہنگامی جلسہ

گورکھپور یونیورسٹی کے شعبۂ اردو بزم ادب کا ایک ہنگامی جلسہ زیر صدارت ڈاکٹر محمود الہٰی صدر شعبہ منعقد ہوا جس میں صدر جلسہ کے علاوہ ڈاکٹر سلام سندیلوی، ڈاکٹر احمر لاری، سید فضل امام رضوی اور افغان اللہ خاں وغیرہ نے پاکستانی جارحیت کے خلاف سخت غم و غصہ کا اظہار کیا آخر میں صدر بزم ادب فیروز احمد نے مندرجہ ذیل قراردادیں پیش کیں، جو متفقہ طور پر منظور کی گئیں۔

(۱) ہم ملک کے دفاع کے لئے ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔

(۲) ہم سرحد پر لڑنے والے جوانوں کی زندگی کے تحفظ کیلئے اپنا خون دینے کا اعلان کرتے ہیں۔

(۳) ہم "بزم ادب" کی طرف سے ملک کے دفاعی فنڈ میں اپنی تحویل کی ایک بڑی رقم دینے کا اعلان کرتے ہیں۔

(۴) شعبۂ اردو کے سبھی اساتذہ اپنے ماہانہ مشاہرہ میں سے ایک دن کی تنخواہ اس وقت تک دیتے رہیں گے جب تک ملک کو دشمن کے حملے کا خطرہ رہے گا۔

• فیروز احمد صدر بزم ادب

بنگلہ دیش کی فتح پر دانشوروں کا جلسہ

گورکھپور گول گھر میں کالی ہاؤس کے سامنے گورکھپور کے دانشوروں کی انجمن نے ایک کھلے جلسہ میں عوامی جمہوریہ بنگلہ دیش کے جیالوں کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

"دانشوروں کی انجمن" کے سکریٹری ایم کوٹھیادی راہی اور صدر آر ڈی ترپاٹھی نے باری باری یہ اعلان کیا کہ آج ہم اس روایت کو توڑ رہے ہیں کہ عوام کی بات عوام سے دور رہ کر کی جائے، جب ہم عوام کے لئے لکھتے ہیں تو عوام سے کٹ کر نہیں رہ سکتے۔ بنگلہ دیش کی آزادی پر ہم یہ سنہرا آغاز کر رہے ہیں، اب اس طرح کے جلسے ہم برابر کرتے رہیں گے۔

جاوید احمد صدیقی نے اپنی تقریر میں کہا خدا مظلوموں اور ستائے ہوئے لوگوں کے ساتھ ہے بنگلہ دیش کی آزادی نے یہ ثابت کر دکھایا ہے۔

آر ڈی ترپاٹھی نے اپنی نظم سنانے سے پہلے کہا کہ آزادی مساوات اور سچائی کی اس لڑائی میں قلم کاروں کا خون دل بھی شامل ہے۔

ایم کوٹھیادی راہی نے بنگلہ دیش کے جیالوں کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے وہاں شہید کئے جانے والے دانشوروں کی یاد میں ایک نظم سنائی۔

ان کے بعد دانشوروں نے اس موضوع پر تقریریں کیں اور نظمیں سنائیں

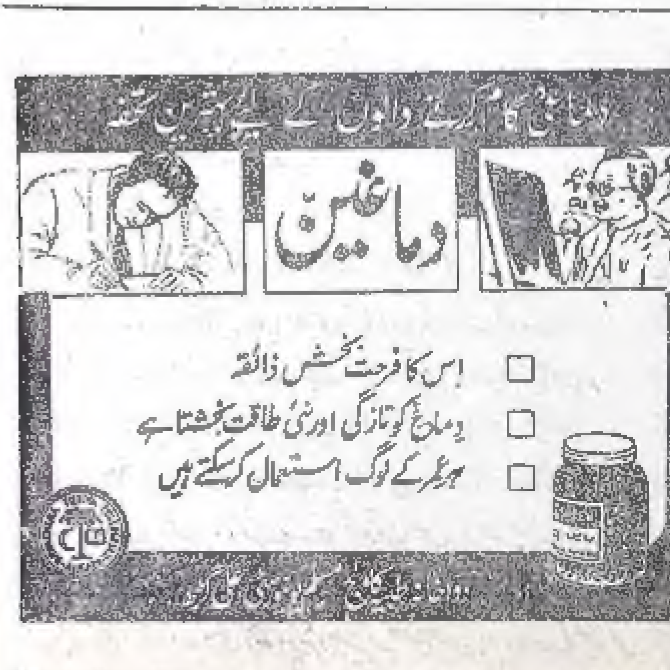
• جمیل اشک

شاعر اور ادیب قومی اور دفاعی امور کو اپنا موضوع بنائیں

حیدرآباد:۔ وزیر بلدی نظم و نسق شری ام مانک راؤ نے شاعروں، ادیبوں اور فن کاروں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنی تخلیقات کا موضوع قومی دفاعی اور موضوعاتی بنائیں وہ دور چلا گیا جبکہ شاعر صرف گل و بلبل اور لالہ و سنبل کی بات سوچا اور کہا کرتے تھے۔ وہ کل رات علی کالج پر "ہند بنگلہ دیش فورم" کا افتتاح کرتے ہوئے فورم کی جانب سے منعقدہ "بنگلہ دیش" موضوعاتی مشاعرہ سے خطاب کر رہے تھے۔ جناب سید رحمت علی جنرل سکریٹری سٹی کانگریس نے کہا کہ حالیہ ہند پاک جنگ میں امریکی سامراج بے نقاب ہو چکا ہے انھوں نے کہا کہ بنگلہ دیش جو ایک حقیقت بن چکا ہے، بہتر ہے کہ پاکستان اب اس کا پیچھا چھوڑ دے۔ ان کے بعد متعدد مقررین اور شاعروں نے اس موضوع پر نظم و نثر میں اپنے خیالات اور جذبات کا اظہار کیا۔ • رہنمائے دکن

میر انیس تقریبات ملتوی

لکھنؤ۔ میر انیس صد سالہ تقریبات کمیٹی نے اپنے ایک جلسے میں جو ۱۲ دسمبر کو منعقد ہوا، فیصلہ کیا کہ موجودہ ہنگامی صورت حال اور ہند۔ پاکستان جنگ کے پیش نظر میر انیس صد سالہ تقریبات جو دسمبر ۱۹۷۱ء کے آخری ہفتے میں ہونے والی تھیں غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی کر دی جائیں۔ ایک دوسری تجویز کے ذریعہ کمیٹی نے پاکستانی جارحیت کی مذمت کی۔ • قومی آواز



وحید اختر

میرا صفحہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

قاضی سلیم کی نظموں میں فکر کا عنصر گہرا بھی ہے اور مضبوط بھی — لیکن بحیثیت مجموعی ان کی شاعری احساس کی زبان ہے فکر زیریں لہر کی صورت میں کارفرما ہے، اس کی چند مثالیں دیکھئے ؎

ہزاروں کائناتیں ٹوٹتی بنتی ہیں ہر لحظہ
ستارے اور پیڑ گرتے ہیں
شعاعیں ریزہ ریزہ ہو کے نس نس میں کھٹکتی ہیں
فضا گونگی ہے بہری ہے
چلو یہ زندگی اور موت دونوں آج سے میرے نہیں ہیں

. . . .

چلو میں بھی تماشائی ہوں خود اپنے جہنم کا
مری دنیا تماشا ہے (دلگی)

وہ فرشتہ جا رہا ہے دیکھ لے
دکھوں کی آخری دھجی جو لایا تھا
— وہ جا رہا ہے دیکھ لے (نوحہ — ایک معصوم بچے کی موت پر)

ساری سچائیاں جھوٹ کی کوکھ سے پھوٹ کر
لہلہاتی ہیں، خوشبو لٹاتی ہیں، پھر جھوٹ ہی کی طرف
— لوٹ جاتی ہیں — تم سے مجھے
——— بھلا کیا گلہ — (آزادگی)

پہلی بار مرے اس دل نے کرد تردد کا پھل چکھا
اور اسی دن میرے خدا نے مجھ کو تنہا چھوڑ دیا (نس)

کسی تہہ میں، گہرائی میں کچھ نہیں
موت بے فیض سا سانحہ ہے
لوگ بے وجہ کیوں منتظر ہیں؟ (سانسوں کی پیغمبری)

کیا یاس کے مداوے کے لیے
اک سفیدی سی ہے!
— اور کوئی رنگ نہیں (ہائیکو — IV)

یہ صرف چند مثالیں ہیں، ایسی مثالوں کی اس مجموعے میں کمی نہیں — قاضی سلیم نے اپنے ایک خط (مطبوعہ شب خون) میں اس بات پر دکھ کا اظہار کیا تھا کہ جب ہماری شخصیتیں طرز فکر و احساس، نظام اعصاب، دل، دماغ، خارجی اور نجی حالات ایک دوسرے سے مختلف ہیں تو ہم سب ایک طرح کی، ایک ہی لہجے اور ایک ہی انداز کی شاعری کیوں کر رہے ہیں؟ انفرادیت کا اظہار شاعروں کے یہاں کیوں نہیں ہوتا؟ — قاضی سلیم نے اپنے اس سوال کا جواب خود اپنے مجموعے سے دیا ہے۔ ہر شاعر کی انفرادیت اس سے منفرد لہجے کی بھی متقاضی ہوتی ہے۔ قاضی سلیم نے اپنی انفرادیت کے شعلے کی جس طرح حفاظت اور پرورش کی ہے اور جس طرح اسے خارج کی گمراہ کرنے والی تیز اور مروجہ شعاعوں کی زد سے بچایا ہے، وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ جدید شاعری یک شجری بے رنگ فارمولا بازی نہیں، بلکہ ہم عصر احساس اور ذہن کی ترجمان ہے۔

قاضی سلیم نے طرز بیان، ذاتی علائم اور شعر کی روایتی زبان سے انحراف کے باوجود ابلاغ میں پوری طرح کامیاب ہیں — وہ ابلاغ کی ضرورت کے قائل بھی ہیں، کہتے ہیں ؎

عمر اک چیخ کی میعاد ہے
——— تم بھی چیخو
اتنی شدت سے — کہ اک مدت تک
وقت کو یاد رہے (وقت)

انھوں نے ژاں کاکتو کے ساتھ ہم زبان ہو کر یہ کہا ہے کہ

"جب تم یہ کتاب نکال کر یکایک پڑھنے لگو
اور میرے یہ الفاظ دل ہی سے پڑھنے میں کامیاب
ہو جاؤ تو تم کو لگے گا دھیرے دھیرے میں تمہارے
اندر بستا جا رہا ہوں . . . . . . میں نوجوان نسل سے
خطاب کروں گا، اس سے۔ جب میرے گوشت پوست
کا وجود ہوگا نہ میرا خون، میری تحریروں سے جدا ہوگا"

اسی ابدیت طلبی کی تخلیقی خواہش نے ان سے کئی 'نوحہ بچوں'، 'سانسوں کی پیغمبری'، 'وقت'، 'دارمن'، 'اس جہنم میں'، 'بے نور میری آنکھیں'، 'آزادگی'، 'دل'، 'ورثہ' اور 'تارہی' جیسی کامیاب نظمیں لکھوائی ہیں — جو جدیدیت کو مستقبلیت کی سمت لے جاتی اور ہم عصر ادب کو ابدیت کوشی کی شاعرانہ للک کا ترجمان بناتی ہیں۔

"نجات سے پہلے" ہم عصر عہد کے احساس و فکر کی وہ شاعرانہ دستاویز ہے، جو اپنے عہد کے تقاضوں سے منحرف اور روگرداں نہیں بلکہ اس کی فنکارانہ تکمیل ہے۔ فیشن اور کلیہ سازی کی تقلیدی اور غیر شاعرانہ کاوشوں کے بے فیض ادبی ہجوم میں قاضی سلیم نے اپنی انفرادیت کے ساتھ شاعری کا اعتبار بھی قائم رکھا ہے جو بڑی بات ہے۔ انھوں نے اس پیمان ازلی کا ایفا کیا ہے جو ہر شاعر کا اپنے عہد سے ہوتا ہے، اس کتاب پر تبصرہ کر کے میں بھی اتنی "پیمان" کی تکمیل کر رہا ہوں۔

مالک انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) پرنٹر و پبلشر سید تفضل حسین ایم اے نے لیتھو کلر پریس علی گڑھ میں چھاپا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) سے شائع کیا۔